انسانوں کی خدمت

اسلام کی نظر میں

مولانا سید جلال الدین عمری

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی

انسانوں کی خدمت

اسلام کی نظر میں

مولانا سید جلال الدین عمری

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدمتِ خلق کی اہمیت

اِسلام نے انسانوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اس نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت سے تعبیر کیا ہے۔ اس نے کہا خدا کے بندوں کی مدد کرنا حقیقت میں خدا کی مدد کرنا ہے۔ ان کے کام آنا خدا کے کام آنا ہے۔ اگر آپ کے روبرو خدا کا کوئی بندہ ہاتھ پھیلائے اور آپ اس کا ہاتھ خالی لوٹا دیں تو گویا آپ نے خدا کے ہاتھ کو خالی لوٹا دیا۔ کوئی مریض آپ کی مدد کا محتاج ہو، اور آپ نے اس کی مدد سے انکار کیا تو گویا خدا کی مدد سے انکار کیا۔ خدا کو خوش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بندوں کو خوش کیا جائے اور ان کو راحت پہنچائی جائے۔ آسمان والا اپنی رحمتیں اسی وقت نازل کرتا ہے جب کہ زمین والوں پر رحمت و شفقت کا سلوک کیا جائے۔ ایک حدیث میں اِسی حقیقت کو بہت ہی موثر اور دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالٰی انسان سے کہے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار پڑا رہا۔ لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی۔ انسان گھبرا کر عرض کرے گا، اے میرے رَب تو سارے جہان کا پروردگار ہے تو کب بیمار تھا۔ اور میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ اللہ تعالٰی فرمائے گا، کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن اس کے باوجود تو اس کی مزاج پُرسی کے لیے نہیں گیا۔ اگر تو اس کے پاس جاتا تو مجھے وہاں پاتا۔ پھر اللہ تعالٰی فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ انسان عرض کرے گا۔ اے رب العالمین! تو کب بھوکا تھا، اور میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالٰی فرمائے گا، کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا، لیکن تو نے اسے نہیں کھلایا۔ اگر تو نے اس کا سوال پورا کیا ہوتا تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔ اسی

طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا۔ انسان عرض کرے گا، اے دونوں جہان کے پروردگار! تو کب پیاسا تھا اور میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا، لیکن تو نے اس کی پیاس بجھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر تو نے اس کی پیاس بجھائی ہوتی تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔ (مشکوۃ، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض بحوالہ مسلم)

خدمتِ خلق عبادت ہے

اللہ تعالیٰ سے تقرب اور اس کی رضا جوئی کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان اپنے جذبات واحساسات کو اس کی نذر کردے۔ اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو جائے۔ اپنا سر جھکا دے اور سجدہ ریز ہو جائے۔ اس کا سب سے بڑا مظہر نماز ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خدا کے بندوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ زکوٰۃ اس کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت، نماز بندے کی طرف سے خدا کی عظمت و بزرگی اور اپنی عبدیت کا اعلان ہے اور زکوٰۃ اِس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ انسان کے دل میں ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ موجود ہے اور وہ دوسروں کے لیے اپنا مال صَرف کر سکتا ہے۔ قرآن مجید نے نماز اور زکوٰۃ کا بالعموم ایک ساتھ ذکر کیا ہے، دونوں پر یکساں زور دیا ہے اور ان کی بار بار تاکید کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مالی عبادت بھی اس کے نزدیک بدنی عبادت سے کم اہم نہیں ہے، خدا کو خوش کرنے کے لیے وہ جس طرح بدنی عبادت کو ضروری سمجھتا ہے اسی طرح مالی عبادت کو بھی لازمی قرار دیتا ہے۔ وہ جس دین کا مطالبہ کرتا ہے وہ صرف یہ نہیں ہے کہ انسان خدا کے دربار میں عقیدت ومحبت کے ساتھ جھک جائے بلکہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنی کمائی ہوئی دولت میں خدا کے بندوں کا حق تسلیم کرے اور ضرورت مندوں پر خرچ کرے۔

وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِo (البینہ۹۸:۵)

''ان کو بس اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے یکسو ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی مضبوط دین ہے''۔

خدمت سے عبادت کی کمی کی تلافی

قرآن مجید نے خدمتِ خلق اور حسنِ سلوک کو اس قدر اہمیت دی کہ بعض مواقع پر اس کو بَدنی عبادات کا قائم مقام کر دیا ہے۔

نماز کی طرح روزہ ایک بدنی عبادت ہے جس میں انسان خدا کے لیے بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ اور اپنی خواہشات اور جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن نے مصیبت زدہ انسانوں کی مدد اور بہی خواہی کو اس خالص بدنی عبادت کے برابر قرار دیا ہے۔ گویا دونوں ایک حیثیت کے کام ہیں اور خدا سے قرب میں یکساں درجہ رکھتے ہیں۔

روزہ کے سلسلے کا ایک ابتدائی حکم یہ تھا کہ جو شخص طاقت کے باوجود روزہ نہ رکھ سکے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے (البقرۃ ۲:۱۸۴)

اگر کوئی مسلمان کسی ایسی قوم کے فرد کو قتل کر دے جس سے اسلامی ریاست کا معاہدہ ہو تو اسے اس کے گھر والوں کو متعینہ دیّت دینی ہوگی۔ اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا جو اس کی استطاعت نہ رکھے اسے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے ہوں گے (النساء ۴:۹۲)

جو شخص اپنی بیوی کو ماں قرار دے بیٹھے اور پھر اس سے رجوع کرنا چاہے، تو حکم ہے کہ وہ بطورِ کفارہ ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل ۶۰ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (مجادلہ ۵۸:۲-۴)

قَسم کا کفارہ یہ بیان کیا گیا کہ دس مسکینوں کو کھانا کپڑا دیا جائے یا کسی غلام کو آزاد کیا جائے۔ یا تین روزے رکھے جائیں۔ (المائدہ ۵:۸۹)

حج، نماز اور روزہ کی طرح خالص بَدنی عبادت نہیں ہے اس لیے کہ اس میں مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کا مالی عبادت ہونے کے مقابلے میں بَدنی عبادت ہونا زیادہ نمایاں ہے۔ اس سلسلے کا ایک حکم یہ ہے کہ جو شخص حج میں تمتع کرنا چاہے، وہ قربانی کرے۔

اور اگر قربانی کا جانور نہ میسر ہو تو دس روزے رکھے۔ (البقرۃ ۲:۱۹۶)

ان احکام میں غلام آزاد کرنے، مسکینوں کو کھانا کپڑا دینے اور قربانی کے ذریعے غریبوں کی مدد کو روزے کے مساوی حیثیت دی گئی ہے۔ بدنی عبادات میں جو نقص رہ جائے اس کی تلافی کی بھی یہ صورت بتائی گئی ہے کہ خدا کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی اور مدد کی جائے۔ حالتِ احرام میں بال منڈوانے کی ممانعت ہے۔ اگر کسی تکلیف کی وجہ سے کسی کو بال منڈوانا پڑیں تو حکم ہے کہ روزہ رکھے یا قربانی کرے، یا صدقہ دے۔ (البقرۃ ۲:۱۹۶)

رمضان کے روزوں کے بعد صدقۂ فطر رکھا گیا ہے۔ اور اس کی علّت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے روزوں میں جو لغو اور بے ہودہ اعمال سرزد ہو جاتے ہیں ان کی تلافی ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ اپنے بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ رکھتے ہوں ان کو روزے کے عوض ایک مسکین کو دونوں وقت کھانا کھلانے کا حکم ہے۔

خدا اور انسان کے تعلق کو مضبوط کرنے میں بدنی عبادت کو غیر معمولی اہمیت ہے۔ ذکر وفکر، تسبیح وتہلیل، رکوع وسجدہ اور دعا کے بغیر کسی شخص کو خدا کا قرب کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید نے خدمتِ خلق اور حسنِ سلوک کو اس کا بدل قرار دے کر مالی عبادت کو وہ مقام عطا کر دیا کہ مذہب کے نظام میں اس سے بلند مقام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

خدمتِ خلق کی مختلف صورتیں

خدا کے بندوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی ایک متعین شکل نہیں ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ وقتی مدد

ایک صورت یہ ہے کہ وقتی طور پر انسانوں کی ضروریات پوری کر دی جائیں۔ بعض وقت انسان وقتی اور ہنگامی مدد کا سخت محتاج ہوتا ہے اور اس میں تھوڑی سی غفلت بھی اِس شخص کو بے حد نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کسی مریض کو بر وقت دوا نہ ملے یا جو شخص بھوک سے تڑپ رہا ہو۔ اس کی بھوک فوراً مٹائی نہ جائے تو اس کی زندگی ہی کے خطرے میں پڑ جانے کا امکان ہے۔ وقتی مدد کا محتاج وہی شخص نہیں ہوتا جو مفلس اور نادار ہو۔ بلکہ اس کی ضرورت خوشحال انسان کو بھی پیش آسکتی ہے۔ اس کا تعلق مالی حیثیت سے زیادہ اُن حالات سے ہے جن میں وہ ہنگامی طور پر گھر گیا ہے۔ راستہ میں کسی کی جیب کٹ جائے اور اس کا اپنے گھر پہنچنا مشکل ہو جائے تو آپ کو لازماً اس کی مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ با آسانی اپنے گھر پہنچ سکے۔ چاہے وہ اپنی جگہ آپ کے تعاون کا محتاج نہ ہو۔ دولت مند سے دولت مند آدمی بھی کسی وقت دستِ سوال دراز کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کا حق ہے کہ اس کی حاجت پوری کی جائے۔ یہی حقیقت ایک حدیث میں اِس طرح بیان کی گئی ہے جس کی روایت امام حسینؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے:

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلیٰ فَرَسٍ. (مشکوٰۃ، کتاب البیوع باب الاجارۃ، بحوالہ احمد و ابوداؤد)

''سوال کرنے والا اگر گھوڑے پر سوار ہو، تو بھی اُس کا تم پر حق ہے''۔

ایک دوسری حدیث ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

اَفضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا ۔ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقۃ بحوالہ بیہقی)

''کسی بھوکے پیٹ کو بھر دینا بہترین صدقہ ہے''۔

اُمِّ یُجَیدٍ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضورؐ! کبھی کوئی سائل میرے دروازے پر پہنچ جاتا ہے اور میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ تو بڑی شرم محسوس ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔ کچھ نہ ہو تو جلا ہوا کھر ہی اسے دے دو۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، بابُ الانفاق، بحوالہ احمد، ابوداؤد، ترمذی)

۲۔ ضرورت کا مستقل حل

خدمتِ خلق کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو شخص مشکلات میں گرفتار ہے اس کے لیے ایسی آسانیاں فراہم کی جائیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان مشکلات سے باہر نکل آئے۔ اس کے مسائل کا عارضی نہیں بلکہ مستقل حل ڈھونڈا جائے۔ اور جن اسباب کی وجہ سے زندگی کی جدوجہد میں وہ پیچھے رہ گیا ہے ان کو دور کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ کسی بھوکے کے ساتھ یہ بھی حسنِ سلوک ہے کہ اسے دو روٹیاں کھلا دی جائیں۔ یا کسی برہنہ تن کو اپنا تن ڈھانکنے کے لیے نیا یا پرانا کپڑا دے دیا جائے۔ لیکن ان کے ساتھ حقیقی سلوک اور ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوگی کہ ان کی غربت کا علاج کیا جائے اور ان کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ بھوکے اور ننگے نہ رہیں اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہر وقت ان کو کسی کا دستِ نگر اور محتاج نہ ہونا پڑے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ کسی کو بطور عطیہ چند دن کے لیے دودھ والی اونٹنی یا بکری دے دی جائے تاکہ وہ صبح و شام اس کا دودھ پیتا رہے۔ اور دودھ ختم ہونے کے بعد واپس کر دے۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص چند دن کے لیے کسی کو دودھ دینے والی بکری دے یا روپیہ قرض دے یا کسی کو راستہ دکھا دے۔ تو اس کو اتنا ثواب ہوگا جتنا ایک غلام آزاد

کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقہ بحوالہ ترمذی)

جب چند روز کے لیے کسی حاجت مند کی حاجت پوری کرنے کی یہ فضیلت ہے تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی کی غربت و افلاس کو ختم کر کے اسے سکون کی زندگی بسر کرنے کے قابل بنانا کس قدر ثواب کا باعث ہوگا۔ اور خدا کے ہاں اس کا کتنا بڑا اجر ہوگا۔

۳۔ رفاہِ عام کے کام

انسانوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تیسری صورت رفاہِ عام کے کام ہیں۔ اسکول اور ہاسپٹل چلانا، سڑکیں اور پُل بنوانا، مسافر خانوں اور یتیم خانوں کا نظم کرنا، رفاہی کام کی مختلف شکلیں ہیں۔ اس طرح کے کاموں میں فردِ واحد کے مفاد کی جگہ پورے معاشرے کا مفاد پیش نظر ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ کسی شخص کو اچھی تعلیم دے کر سوسائٹی میں ایک باعزت مقام تک پہنچانا خاص اس شخص کی خدمت ہے اور کسی اچھے اسکول کا چلانا جہاں سے بے شمار بچے علم و ہنر سے آراستہ ہو کر نکلیں، پورے معاشرے کی خدمت ہے۔ ایک فرد پر دوسرے افراد کے حقوق بھی عائد ہوتے ہیں اور معاشرے کے حقوق بھی۔ ان دونوں قسم کے حقوق کا ادا کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ ایک طرف بیوی بچوں، عزیزوں اور قرابت داروں کے مطالبات کا پورا کرنا بھی اس پر فرض ہے اور دوسری طرف ان تقاضوں کو بھی وہ نظر انداز نہیں کرسکتا جو کسی معاشرے کے جزو ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ کسی معاشرے کا بہترین فرد وہی ہے جو ان دونوں طرح کے تقاضوں کو سامنے رکھے اور ان کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ ہر شخص کو اپنے قریب کے افراد سے محبت ہوتی ہے اور وہ دوسروں پر ان کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ جذبہ فطری ہے اور ایک حد تک اس کی رعایت کرنا بھی صحیح ہے۔ لیکن بعض لوگ معاشرے کو نقصان پہنچا کر بھی اپنے قریبی افراد کا فائدہ چاہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ معاشرے کے بدخواہ ہیں۔ کسی معاشرے کا خیر خواہ وہ شخص ہے جو اپنے قریب ترین افراد کی خاطر بھی معاشرے کو نقصان نہ پہنچائے۔ اور ہر دم اس کی بھلائی چاہے۔ کوئی بھی معاشرہ اس وقت ترقی کرسکتا ہے جب کہ

اس میں ایسے افراد موجود ہوں جو اس کو اوپر اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور اسے کسی قسم کا نقصان پہنچنے نہ دیں۔ اسلام نے جہاں اس بات کی تاکید کی ہے کہ انسان اپنے قریب ترین افراد کے حقوق ادا کرے، وہیں اس کی بھی ترغیب دی ہے کہ وہ معاشرے کو فائدہ پہنچائے اور اس کی فلاح و بہبود اور ترقی کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس نے اجتماعی مفاد کے کاموں کی طرف بار بار توجہ دلائی اور ان کو بہت اہمیت دی ہے۔ اِس کا اندازہ ذیل کی حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا (جس کا خاص عمل یہ تھا کہ) اس نے راستے سے ایک ایسا پیڑ کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو تکلیف دے رہا تھا۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقہ، بحوالہ مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اِس نے لوگوں کے راستے سے ایک تکلیف دُور کی تو اس کے لیے جنت کی راہ آسان ہوگئی اور کسی رکاوٹ کے بغیر جنت کے سبزہ زاروں میں گھومنا اس کے لیے ممکن ہوگیا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص نے راستہ گزرتے دیکھا کہ راستے کے بیچ میں ایک بڑی شاخ پڑی ہوئی ہے۔ اس نے یہ سوچ کر کہ اس سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اسے وہاں سے ہٹا دیا (اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ کام پسند آیا، کہ اس کے عوض) اِس نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقہ، بحوالہ بخاری و مسلم)

اُوپر کی حدیث میں لوگوں کو تکلیف دینے والے ایک پیڑ کو کاٹ دینے پر جنت کا مستحق قرار دیا گیا تھا۔ لیکن اِس حدیث میں صرف ایک شاخ کے ہٹانے پر اس کی بشارت دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی راہ سے چھوٹی سے چھوٹی تکلیف دور کرنا اور ان کو معمولی سے معمولی فائدہ پہنچانا بھی انسان کو جنت جیسی ابدی نعمت کا حق دار بناتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد ابنِ عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے چاہا کہ اپنی ماں کی

طرف سے صدقہ وخیرات کریں۔ اس غرض سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کون سا صدقہ سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا، کنواں کھدوا دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ماں کے نام سے کنواں کھدوا دیا۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ۔ بحوالۂ ابوداؤد، نسائی)

کنواں کھدوانا خدمتِ خلق کی ایک صورت ہے۔ ایسی اور بھی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں صَرف کرنا چاہے اسے اپنی دولت خدمت خلق کے کاموں میں لگانی چاہیے۔ یہ سب سے اچھا صدقہ ہے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجیے کہ میں اس سے فائدہ اٹھا سکوں۔ آپؐ نے جواب دیا، مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دور کردو۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ۔ بحوالۂ مسلم)

یہ بہت ہی جامع حدیث ہے۔ اس میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے راستے سے چھوٹی بڑی ہر طرح کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ راستہ سے کانٹے، پتھر اور روڑے کا ہٹا دینا بھی کارِ ثواب ہے اور اس سے انسان کو آخرت میں یقیناً فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ معاشرے سے وہ بڑی بڑی مادّی اور اخلاقی رکاوٹیں دور کی جائیں جن کے بغیر وہ ترقی نہیں کرسکتا۔ جو قوم غربت وافلاس اور مرض و جہالت میں گرفتار ہو، جس کے اندر قومی و گروہی تعصبات پرورش پا رہے ہوں، جو اعلیٰ اصولوں کے لیے قربانی نہ دے سکے، وہ کبھی عزت و سربلندی نہیں حاصل کرسکتی۔ اس کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اخلاقی لحاظ سے اوپر اٹھایا جائے۔ اور مادّی لحاظ سے اس کو مضبوط بنایا جائے۔

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے مرنے کے بعد بھی جن اعمال اور نیکیوں کا ثواب اسے پہنچتا رہتا ہے ان میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں۔ وہ علم جو اس نے سیکھا، اور دنیا میں پھیلایا، اس کی نیک اولاد (کیوں کہ اس کو نیکی کی راہ پر لگانے میں اس کی کوششوں کا بھی دخل تھا) قرآن

شریف جو اس نے اپنے بعد چھوڑا (جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں)، مسجد جو اس نے بنوائی، مسافر خانہ جو اس نے تعمیر کرایا، نہر جو اس نے کھدوائی، اور وہ صدقہ جسے اس نے اپنے مال سے اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں نکالا۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم۔ بحوالۂ ابن ماجہ، بیہقی)

یہ حدیثیں اس اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں جو شریعت نے رفاہِ عام کے کاموں کو دی ہے۔ یہ اس کے نزدیک صدقاتِ جاریہ ہیں جن کے اجر و ثواب کی وہ اپنی زندگی کے بعد بھی توقع کر سکتا ہے۔

۴۔ خدمتِ خلق کے ادارے

فرد کے نزدیک قوت کا تھوڑا سا سرمایہ ہوتا ہے۔ وہ خدمتِ خلق اور رفاہ عام کے بعض بڑے کام انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بہت سے افراد مل جل کر منظم طریقہ سے کوشش کریں۔ تنظیم کی خوبی یہ ہے کہ وہ بہت سے افراد کی قوت کو استعمال کرتی ہے۔ اس لیے اس کی طاقت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اور ایسے کام اس کے امکان میں ہوتے ہیں جو فرد کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہوتے۔ جس مقصد کے حصول کو فرد دشوار سمجھتا ہے تنظیم کے ذریعہ وہ مقصد با آسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر خدمتِ خلق کی منظم جدو جہد کی جائے اور مل جل کر سماج کی فلاح و بہبود کے کام کیے جائیں تو ان کی افادیت کا دائرہ وسیع ہوگا اور جن کاموں کو فرد اہمیت دینے کے باوجود انجام نہیں دے پاتا وہ انجام پا سکیں گے۔ اسلام خدمتِ خلق کی منظم جدو جہد کو پسند کرتا اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اس مقصد کے لیے وہ غیر مسلم تنظیموں کے ساتھ بھی تعاون کے لیے تیار ہے۔ اس لیے کہ یہ اس کی تعلیمات کے عین مطابق ہے اور اس سے اسی کا ایک اہم مقصد پورا ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں کوئی مضبوط سیاسی نظام نہیں تھا جس کی وجہ سے ایک طرح کا سیاسی و سماجی انتشار پایا جاتا تھا اور لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ تھے۔ بعض اوقات جو طاقتور ہوتا کمزور پر دست درازی کر بیٹھتا اور اس سے کوئی باز پرس نہ کرتا۔ ذرا ذرا سی بات پر جنگ و جدال، خون ریزی اور ظلم و زیادتی کا بازار گرم ہو جاتا اور

کوئی اس کا روکنے والا نہ تھا۔ مکہ جیسے دارالامن اور مرکزی شہر کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی۔ اِس صورت حال کو بعض دردمند اور شریف لوگوں نے بدلنا چاہا اور مشورہ کے لیے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ظلم و زیادتی کو ہر قیمت پر روکا جائے گا۔ کسی بھی شخص پر چاہے وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہوا ہو ظلم نہ ہونے دیا جائے گا۔ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کی جائے گی اور اسے اس کا حق دلوایا جائے گا اور ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس معاہدے میں شریک تھے یہ معاہدہ آپؐ کی بعثت سے پہلے ہوا تھا۔ لیکن بعثت کے بعد بھی آپؐ نے اِس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ شَهِدْتُ فِيْ دَارِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ جَدْعَانِ حِلْفًا مَّا اُحِبُّ اِنَّ لِيْ بِهٖ حُمُرَ النَّعَمِ وَلَوْ اُدْعٰى بِهٖ فِيْ الْاِسْلَامِ لَاَجَبْتُ. (ابن سعد ۱/ ۱۲۹۔ ابن ہشام ۱/ ۱۴۴،۱۴۵)

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شریک ہوا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ (عرب کی سب سے بڑی دولت) بھی پسند نہیں ہے۔ اگر اسلام کے بعد بھی مجھے اس کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا''۔

ظلم و ناانصافی کے خاتمہ، انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی خدمت کے لیے جو تنظیم کام کرتی ہے وہ معاشرے کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ جو معاشرہ اس قیمتی سرمائے سے خالی ہو وہ دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ اسلام اس کا محافظ بھی ہے اور اس کو ترقی بھی دینا چاہتا ہے۔

۵۔ ریاست سے تعاون

خدمتِ خلق کا سب سے بڑا ادارہ ریاست ہے۔ افراد و تنظیمیں ہزار طاقتور سہی لیکن ان کی طاقت بہرحال محدود ہوتی ہے۔ ان کو اتنے وسائل و ذرائع حاصل نہیں ہوتے کہ ہر پہلو سے معاشرے کی خدمت کر سکیں اور اس کی تمام مشکلات کو حل کر دیں۔ ریاست غیر معمولی وسائل و ذرائع کی مالک ہوتی ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کر سکتی ہے۔ اس لیے ایک فلاحی ریاست کی یہ قانونی اور اخلاقی ذمہ داری سمجھی جاتی

ہے کہ پورے معاشرے کی تعمیر اس ڈھنگ سے کرے کہ کوئی بھی شخص ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے اور اسے وہ تمام سہولتیں اور مواقع حاصل ہوں جو اس کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اگر ریاست اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرے تو اس کا وجود بے معنی ہے۔ لیکن ریاست اتنی بڑی ذمہ داری سے اسی وقت سبکدوش ہوسکتی ہے جب کہ افراد اس کے ساتھ تعاون کریں۔ محض ریاست کی کوشش سے معاشرہ غربت، افلاس، جہالت، بے روزگاری اور مرض جیسی مصیبتوں سے پاک نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر فرد میں معاشرہ کو پستی سے نکالنے اور اوپر اٹھانے کا جذبہ پایا جائے۔ ریاست اور افراد کے اشتراک و تعاون ہی سے خدمت خلق کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر یہ کام ہمیشہ ادھورا اور ناقص ہی رہے گا۔

خدمت کا وسیع مفہوم

کسی کی خدمت اوراس کے ساتھ حسنِ سلوک کے معنی یہی نہیں ہیں کہ اس کی مالی مدد کی جائے اوراس کی مادّی ضرورتیں پوری کر دی جائیں۔ بلکہ اس میں محبت، ہمدردی، دل جوئی اور اعلیٰ اخلاقی رویہ بھی داخل ہے جوایک شریف انسان دوسرے انسان کے ساتھ اختیار کرتا ہےاور جسے حسنِ خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس دنیا میں انسان اسی کامحتاج نہیں ہے کہ پیٹ بھرنے کے لیےاسے دو وقت روٹی، تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا اور سر چھپانے کے لیے مکان مل جائے، اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اسے شفاخانہ پہنچا دیا جائے، بلکہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ غریب اور نادار ہےتو اسے حقیر اور ذلیل نہ تصور کیا جائے۔ اس کے ساتھ مساوات اور برابری کا برتاؤ کیا جائے وہ بیمار ہےتو اس کی دوا دارو ہی کا انتظام نہ کیا جائے بلکہ اس کی خدمت اور تیمارداری بھی کی جائے۔اس میں کوئی خوبی ہےتو اس کا اعتراف کیا جائے۔اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔اس کی خوشی اورغم میں شرکت کی جائے اورٹھوس مادّی تعاون کے ساتھ گفتگو، میل جول اور تعلقات میں بھی اعلیٰ اخلاقی رویہ اختیار کیا جائے۔قرآن مجید اور حدیث کی رُو سے اس کے بغیر خدمت اورحسن سلوک کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔اس کی ایک اچھی مثال یہ ہے کہ ماں باپ اسی کےمحتاج نہیں ہوتے کہ اولاد ان کے کھانے کپڑے کا انتظام کر دے۔ بلکہ وہ اولاد سے ایسی محبت اور ہمدردی کے بھی طالب ہوتے ہیں جوان کے بڑھاپے کی کلفتوں کو دور کر دےان کو یہ احساس نہ ہونے دے کہ وہ معاشرے میں اکیلے، تنہا اور بے مصرف ہو کر رہ گئے ہیں۔ان کی ضعیفی اور پیرانہ سالی کی رعایت کرے۔ ان کو اپنا بڑا مانے اوران کے ساتھ تعظیم وتوقیر سے پیش آئے۔قرآن مجید نے اولاد کوان کی معاشی کفالت کاحکم نہیں دیا بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ جس میں معاشی کفالت بدرجۂ اولیٰ اور سب سے پہلے شامل ہو جاتی ہے۔ اب دیکھیے

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا قرآن کے نزدیک تصور کیا ہے:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًاo وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًاo (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳-۲۴)

''والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو انہیں اُف تک نہ کہو۔ اور نہ ان کو جھڑکو اور ان کے ساتھ ادب اور تہذیب سے بات کرو۔ اور ان کے لیے دعا کرو کہ اے اللہ تو ان کے ساتھ اِسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے محبت اور ہمدردی سے مجھے بچپن میں پالا تھا''۔

بعض اوقات ہمدردی کے ایک لفظ، محبت بھری ایک بات اور ایک کلمۂ خیر کی بھی مادّی تعاون سے زیادہ قدر و قیمت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے شیریں کلامی اور حسنِ تخاطب کو اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک جگہ نماز اور زکوٰۃ سے پہلے اس کا ذکر کیا ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ...... (البقرۃ: ۸۳)

''اور لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو''۔

ایک غریب اور نادار شخص کی خدمت تو روپیہ پیسہ کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔ لیکن جس کے پاس خود دولت ہو اسے ہمارے پیسہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ البتہ ہمدردی اور محبت اور اخلاقی رویہ کا محتاج ہر شخص ہے۔ اس سے نہ کوئی امیر بے نیاز ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی فقیر۔

خدمت کے چند اور پہلو

احادیث میں اس پہلو کو بہت نمایاں کیا گیا ہے کہ انسانوں کی خدمت روپیہ پیسہ ہی کے ذریعے نہیں ہوتی، بلکہ کسی معذور کی مدد کرنا، کسی اندھے کو راستہ دکھانا، راستہ سے کوئی تکلیف دور کرنا، کسی کو پانی بھر کے دے دینا، حتیٰ کہ کسی سے خندہ پیشانی سے ملنا اور حسنِ سلوک کرنا یہ بھی انسانوں کی خدمت ہے اور روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی طرح یہ بھی صدقہ ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ اس پر صحابہ نے سوال کیا۔ اگر کسی کے پاس صدقہ کے لیے کچھ نہ ہو تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا محنت کرے جو ملے اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسرے کو بھی فائدہ پہنچائے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا کسی ضرورت مند اور مصیبت زدہ کی (مال کے علاوہ کسی اور طریقہ سے) مدد کرے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا بھلائی کا حکم دے۔ عرض کیا گیا اگر کوئی شخص یہ بھی نہ کر سکے۔ تو اس کے لیے کیا ہدایت ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ برائی سے رُک جائے۔ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔ (بخاری کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، مسلم کتاب الزکوٰۃ)

ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو انسان کے جوڑ جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ (لیکن صدقہ صرف مال ہی سے نہیں کیا جاتا بلکہ) دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو یہ بھی صدقہ ہے۔ کسی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ سواری پر کسی کا سامان رکھ دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ زبان سے اچھی طرح بات کرو، یہ بھی صدقہ ہے۔ اِسی طرح نماز کے لیے اٹھنے والا تمہارا ہر قدم صدقہ ہے۔ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

ایک مرتبہ آپؐ نے جہنم کی ہولناکی کا ذکر کیا اور فرمایا۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمَرَةٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (صدقہ کے ذریعے) سے جہنم سے بچو۔ اگر کچھ نہ ہو تو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی سہی۔ یہ بھی نہ ہو۔ تو زبان سے اچھی بات کر کے ہی اس سے بچو۔
(بخاری کتاب الادب، مسلم کتاب الزکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ (حوالہ سابقہ) نیکی کا ہر کام صدقہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کی خدمت اور ان کے ساتھ خیر خواہی کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ہر شخص اس محاذ پر اپنا حق ادا کر سکتا ہے۔ اور اسے فی الواقع ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے نہ تو صاحبِ ثروت ہونا ضروری ہے اور نہ حکومت و ریاست کے تعاون ہی کی حاجت ہے، صحیح بات یہ ہے کہ دولت یا ثروت یا حکومت و ریاست کے ذریعے صرف چند گوشوں میں انسانوں کی خدمت ہو سکتی ہے۔ بہت سے گوشے وہ ہیں جہاں فرد کا اعلیٰ اخلاق اور بلند کرداری کام آ سکتا ہے۔ حکومت و ریاست کسی معذور کو وظیفہ، کسی بے روزگار کو روزگار، کسی بے گھر کو مکان اور کسی مریض کو طبی امداد تو فراہم کر سکتی ہے۔ لیکن تمام وسائل کے باوجود باپ، بیٹے، بھائی، دوست، ہمسایہ اور شریف شہری کا بدل نہیں بن سکتی۔ جو جذباتی سکون اور اعلیٰ سلوک اس کو ان افراد سے مل سکتا ہے وہ ریاست کے چھوٹے بڑے کسی ادارے سے نہیں مل سکتا۔

بلا امتیاز خدمت

حسنِ سلوک کسی خاص گروہ اور جماعت کے ساتھ نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اپنوں کے ساتھ بھی اور غیروں کے ساتھ بھی۔ ہم خیال اور ہم عقیدہ افراد کے ساتھ بھی اور ان لوگوں کے ساتھ بھی جو ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس کے مستحق ہیں جو ہماری زبان بولتے ہیں اور وہ بھی جن کے اظہارِ خیال کا ذریعہ دوسری زبان ہے یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے مسکینوں، محتاجوں، معذوروں، یتیموں اور وسائل سے محروم انسانوں کی خدمت اور ان کے

ساتھ حسنِ سلوک کا عام حکم دیا ہے۔ کہیں بھی اس نے یہ ہدایت نہیں کی کہ کسی خاص فرقے، جماعت اور رنگ و نسل والوں کی تو خدمت کی جائے اور دوسروں کی نہ کی جائے۔

اس لیے یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ قرآن کی تعلیم اور اس کے منشاء کے خلاف ہے کہ انسانوں کو گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کیا جائے اور کچھ کو خدمت اور حسنِ سلوک کا مستحق سمجھا جائے اور کچھ کو اس کا مستحق نہ خیال کیا جائے۔

احادیث میں یہ حقیقت بہت نمایاں ہے۔ ذیل میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ. (بخاری و مسلم)

''جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ (بھی) اس پر رحم نہیں فرماتا''۔

۲۔ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ. (بیہقی)

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کو وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے''۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِى السَّمَاءِ. (ابوداؤد۔ترمذی)

''انسانوں کے ساتھ رحم کرنے والوں پر رحمٰن (بھی) رحم کرتا ہے۔ (لہٰذا) تم رحم کرو زمین والوں پر، آسمان والا تم پر رحم کرے گا''۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ. (احمد۔ترمذی)

''رحم اور ہمدردی تو اسی شخص کے سینہ سے نکال دی جاتی ہے جو بدبخت ہے''۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس پہنچ کر کہا کہ کیا میں تمہیں بتا دوں کہ تم میں بھلا کون ہے اور برا کون؟ آپؐ کے اِس سوال پر سب لوگ خاموش رہے۔ لیکن جب آپؐ نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا تو ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ بتایئے کہ ہم میں بھلا کون ہے، اور بُرا کون؟ آپؐ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجَىٰ خَيْرُهُ وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَىٰ خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ. (ترمذی۔ بیہقی[1])

''تم میں بہترین شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی توقع کی جائے۔ اور جس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔ اور تم میں بدترین شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی توقع نہ کی جائے۔ اور اس کے شر سے لوگ محفوظ نہ رہیں''۔

ان احادیث میں کسی فرق و امتیاز کے بغیر خدا کی ساری مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اور مسکینوں، بیواؤں، یتیموں، مصیبت زدہ انسانوں، بیماروں، غلاموں اور قیدیوں کی خدمت کے لیے کسی قسم کی شرط نہیں لگائی گئی ہے۔ یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ کہ جو بھی شخص ہماری ہمدردی اور مدد کا محتاج ہے اس کی مدد کی جانی چاہیے۔ اس معاملہ میں اپنے اور پرائے، شناسا اور اجنبی، ہم مذہب اور دوسرے مذہب والے کے درمیان فرق کرنا اور کسی کو خدمت کا مستحق سمجھنا۔ اور کسی کو مستحق نہ سمجھنا اسلام کے مزاج اور اس کی ہدایت کے سراسر خلاف ہے۔

ان احادیث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ خدمتِ خلق کی اہمیت بیان کرتی ہیں۔ جو کام شب و روز کی عبادت کے برابر ہو، جس سے انسان خدا کا محبوب بن جائے، جو اسے خدا سے قریب کر دے، جس کی وجہ سے خدا کی رحمت نازل ہو، جو سنگ دلی اور شقاوت جیسی اخلاقی برائیاں دور کرنے کا ذریعہ ہوا، جو اسے نیک اور صالح اور معاشرے کا بہترین فرد بنا دے، اس کی عظمت اور اہمیت سے ایک مسلمان کیسے انکار کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اس میں اتنی

---

[1] یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق سے لی گئی ہیں۔

بڑی ترغیب ہے کہ اس کے بعد وہ کسی دوسری ترغیب کا محتاج نہیں رہتا۔

مصنف کی دیگر کتابیں

- معروف و منکر
- خدا اور رسول کا تصور (اسلامی تعلیمات میں)
- انسان اور اس کے مسائل
- اسلام اور مشکلاتِ حیات
- اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور
- اسلام کا شورائی نظام
- عورت اسلامی معاشرہ میں
- مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ
- عورت اور اسلام
- مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں
- بچے اور اسلام
- اسلام کی دعوت
- اسلام: ایک دینِ دعوت
- اسلام اور وحدت بنی آدم
- دولت میں خدا کا حق

تعارف مصنف

مولانا سید جلال الدین عمری (پ:۱۹۳۵ء) عالمِ اسلام کے ایک جید عالمِ دین، عمدہ خطیب، ممتاز محقق اور مشہور مصنف کی حیثیت سے معروف ہیں۔ قرآن وسنت کا گہرا علم رکھتے ہیں اور جدید علوم وفنون پر بھی اچھی نظر ہے۔ علمی میدان میں موضوعات کا تنوع، اسلوب کی انفرادیت، طرزِ استدلال کی ندرت اور زبان وبیان کی شگفتگی ان کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

مولانا عمری معروف دینی درس گاہ جامعہ دارالسلام عمر آباد (تمل ناڈو) کے فارغ التحصیل، مدراس یونیورسٹی سے فارسی میں منشی فاضل اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی میں گریجویٹ ہیں۔ اِس وقت جامعۃ الفلاح (بلریا گنج، اعظم گڑھ، اُتر پردیش) بھارت کے شیخ الجامعہ اور سراج العلوم نسواں کالج، علی گڑھ کے سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے علمی اداروں سے بھی موصوف کا تعلق ہے۔

مولانا عمری کو شروع سے ہی تحقیق وتصنیف سے شغف رہا ہے۔ اس میدان میں ان کی نمایاں خدمات ہیں۔ ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی، علی گڑھ اور تصنیفی اکادمی، دہلی کے صدر ہیں۔ مشہور سہ ماہی مجلّہ ''تحقیقاتِ اسلامی''، علی گڑھ کے ۲۱ سال سے مدیر ہیں اور تقریباً پانچ سال تک ماہنامہ ''زندگیِ نو''، دہلی کی ادارت کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی تیس سے زائد تصانیف منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں سے متعدد کتابیں اردو کے علاوہ عربی، انگریزی، ترکی، ہندی، ملیالم، تلگو، مراٹھی، گجراتی، بنگلہ اور تمل میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

اسلام کا معاشرتی نظام مولانا کی دلچسپی کا خاص موضوع رہا ہے۔ عورت اسلامی معاشرے میں، مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، عورت اور اسلام، مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں اس کا بہترین ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ مولانا کی چند دیگر تصانیف درجِ ذیل ہیں:

- ☆ معروف ومنکر
- ☆ اسلام: انسانی حقوق کا پاسبان
- ☆ وقتِ حساب
- ☆ اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور
- ☆ انفاق فی سبیل اللہ
- ☆ عورت اسلامی معاشرے میں
- ☆ اسلام کا عائلی نظام
- ☆ مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ
- ☆ اسلام کی دعوت
- ☆ مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں
- ☆ دولت میں خدا کا حق
- ☆ خدا کی غلامی۔۔۔انسان کی معراج